QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

سیرتِ نبوی ﷺ میں حقوقِ ہمسایہ کے اصول اور عصر حاضر میں ان کی معنویت: سماجی انصاف اور بقائے باہمی کا تجزیاتی مطالعہ

Principles of Neighbourly Rights in the Prophetic Seerah and Their Contemporary Relevance: An Analytical Study of Social Justice and Peaceful Coexistence

Abdul Hinan
PhD Scholar Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur. Email: abdulhinan8214101@gmail.com
Dr. Hafiz Muhammad Siddique (Corresponding Author)
Lecturer Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur.
Email: hm.siddique@iub.edu.pk

Submission Date: 02 September 2026
Review Date: 07 September 2026
Acceptance Date: 18 September 2026
Publication Date: 21 September 2026

Article Link: https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/358

Abstract

Neighbourly rights constitute an important dimension of Islamic social ethics and occupy a significant position in the Prophetic Seerah. Islam does not regard the relationship between neighbours as merely a private or social matter; rather, it establishes it upon principles of compassion, mutual respect, justice, cooperation, protection of dignity, and social responsibility. This study examines the principles of neighbourly rights in the Prophetic Seerah and analyzes their relevance to contemporary peaceful coexistence, social cohesion, and community well-being. The research adopts a qualitative and analytical methodology, drawing upon the Qur'an, authentic Prophetic traditions, major works of Seerah, and relevant contemporary scholarship.

The study demonstrates that the Prophetic model extends neighbourly rights beyond material assistance to include respect for life and dignity, protection from harm, emotional and social support, sharing in times of need, tolerance, forgiveness, and consideration for the rights of neighbours regardless of differences in religion, ethnicity, or social status. The Prophetic approach further establishes social responsibility as a collective moral obligation and promotes relationships based on trust, compassion, cooperation, and mutual security.

The study concludes that the Prophetic framework of neighbourly rights provides a comprehensive ethical foundation for strengthening social cohesion and peaceful coexistence in contemporary societies. Its emphasis on mutual respect, protection from harm, human dignity, social responsibility, and constructive engagement offers valuable guidance for addressing social fragmentation, intolerance, and community conflict. Therefore, the Prophetic model of neighbourly relations can contribute significantly to contemporary

discourse on peaceful coexistence, inclusive communities, and sustainable social well-being.

Keywords: Prophetic Seerah, Neighbourly Rights, Social Cohesion, Peaceful Coexistence, Social Responsibility, Community Well-Being, Islamic Social Ethics.

تمہید

انسانیت کی تاریخ میں حقوق و فرائض کا توازن ہمیشہ سے ایک چیلنج رہا ہے۔ انسانی تاریخ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ظہورِ اسلام سے قبل کی دنیا جبر و استبداد، طبقاتی کشمکش اور اخلاقی پستی کے گہرے اندھیروں میں ڈوبی نظر آتی ہے۔ وہ دور جسے مؤرخین "عہدِ جاہلیت" کے نام سے یاد کرتے ہیں، وہاں طاقتور کا قانون ہی واحد حقیقت تھی اور کمزور کی جان، مال اور آبرو کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ روم و ایران کی تہذیبیں ہوں یا عرب کا ریگستان، ہر جگہ انسانیت سسک رہی تھی۔ کہیں رنگ و نسل کے بت پوجے جا رہے تھے، کہیں عورت کو انسانیت کے درجے سے گرا دیا گیا تھا اور کہیں غلاموں اور اقلیتوں کو جانوروں سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا۔

ایسے میں سرزمینِ حجاز سے شمسِ رسالت ﷺ طلوع ہوا، جس نے نہ صرف کفر و شرک کے بتوں کو پاش پاش کیا، بلکہ "حقوق العباد" کا وہ آفاقی تصور پیش کیا جس نے انسانیت کو اس کا کھویا ہوا وقار واپس دلایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ محض چند عبادات کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک مکمل سماجی انقلاب کا نام ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت انسانیت کے لیے "رحمتِ کاملہ" ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ کی دعوت کا بنیادی مقصد اللہ کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ انسانیت کی تکریم تھا۔ آپ ﷺ نے ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی جہاں رنگ، نسل، اور مذہب کی تفریق کے بغیر ہر انسان کے جان، مال اور عزت کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ"[1]

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

امام قرطبی (المتوفی 671ھ) اپنی مشہور تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (یہ رحمت عام ہے)، جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لایا اس کے لیے یہ رحمت دنیا و آخرت دونوں میں مکمل ہو گئی، اور جو شخص ایمان نہیں لایا (یعنی کفار) انہیں ان دنیاوی عذابوں سے بچا لیا گیا جو سابقہ امتوں پر نازل ہوئے تھے (جیسے زمین کا دھنسنا، شکلوں کا مسخ ہونا اور پتھروں کی بارش وغیرہ)۔"[2]

اور خود حضور نبی کریم ﷺ اس آیت کی عملی تفسیر تھے، آپ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو وہ لوگ سامنے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو پتھر مارے تھے، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے اور آپ کی آل و اصحاب کو شہید کیا تھا۔ اس موقع پر آپ ﷺ کا طرزِ عمل اس آیت کی عملی تفسیر تھا۔

آپ ﷺ نے قریش سے پوچھا: "تمہیں کیا گمان ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟" انہوں نے کہا: "آپ کریم بھائی اور کریم بھتیجے ہیں"۔ تب آپ ﷺ نے وہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جو رہتی دنیا تک اقلیتوں اور مغلوب دشمنوں کے حقوق کا منشور بن گیا:

"اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ"[3]

(جاؤ، تم سب آزاد ہو۔)

سیرتِ نبوی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ ﷺ کی رحمت محض مسلمانوں تک محدود نہ تھی بلکہ اس کا سایہ غیر مسلموں اور جانی دشمنوں پر بھی برابر تھا۔

آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ

"أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ"[4]

ترجمہ: تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس ایک جملے نے نسلی تفاخر، لسانی برتری اور طبقاتی اونچ نیچ کے ہزاروں سال پرانے بتوں کو زمین بوس کر دیا۔

سیرتِ نبوی ﷺ کا سب سے درخشاں پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حقوق کی صرف باتیں نہیں کیں، بلکہ ایک ایسی ریاست (ریاستِ مدینہ) قائم کر کے دکھائی جہاں بادشاہ اور فقیر، مسلمان اور غیر مسلم، اور حاکم و محکوم ایک ہی صف میں کھڑے نظر آئے۔ آپ ﷺ نے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کو ایمان کی شرط قرار دیا، اور انہیں وہ تحفظ فراہم کیا جس کی نظیر آج کی جدید جمہوریتیں بھی پیش کرنے سے قاصر ہیں، زیرِ نظر آرٹیکل اسی عظیم الشان اسوۂ حسنہ کی روشنی میں پڑوسیوں کے حقوق کا احاطہ کرتا ہے، جو آج کے پر آشوب دور میں بھی انسانیت کی بقا کا واحد راستہ ہے۔

ہمسایوں کے حقوق اور سیرتِ نبوی ﷺ

ہمسایہ کا تصور:

"ہمسایہ" فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "ایک ہی سائے میں رہنے والے"۔ عربی زبان میں اس کے لیے "جار" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کے مادہ (Root word) میں پناہ لینے، تحفظ دینے اور قریب ہونے کے معنی پائے جاتے ہیں۔

تحقیقی نقطہ نظر سے، ہمسایہ محض دو مکانوں کی قربت کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک ایسی معاشرتی اکائی ہے جہاں انسانی زندگی کے مفادات، تحفظ اور سکون ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ اسلام نے اس جغرافیائی تعلق کو ایک اخلاقی تقدس عطا کیا ہے، جہاں پڑوسی کی دیوار صرف اینٹ پتھر کا پردہ نہیں بلکہ باہمی اعتماد کی علامت قرار پائی ہے۔

سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اس تصور کے چند مزید اہم پہلو درج ذیل ہیں:

1. ہمسایہ کی بنیاد:

ہمسایہ وہ شخص ہے جو آپ کے مسکن کے قریب قیام پذیر ہو۔ لیکن اس کا تصور صرف جغرافیائی قربت تک محدود نہیں ہے۔ درحقیقت، ہمسائیگی ایک "غیر اعلانیہ رشتہ داری" ہے۔ جس طرح انسان اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ خون کے رشتے میں بندھا ہوتا ہے، ویسے ہی وہ اپنے ہمسائے کے ساتھ "دیوار اور راستے" کے رشتے میں جڑا ہوتا ہے۔ یہ وہ پہلا سماجی دائرہ ہے جہاں انسان اپنی خوشی اور غم کا تبادلہ کرتا ہے۔

2. اخلاقی اقدار:

ہمسائیگی کا تصور چند بنیادی اخلاقی اقدار پر قائم ہے:

1) ایک دوسرے کی نجی زندگی کا احترام کرنا اور گھر کے رازوں کی حفاظت کرنا ہمسائیگی کا پہلا اصول ہے۔

2) ہمسائے کے لیے وہی پسند کرنا جو انسان اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

3) ہمسائے کی طرف سے پہنچنے والی چھوٹی موٹی تکالیف (جیسے شور وغل یا بچوں کی لڑائی) کو در گزر کرنا بلند اخلاق کی علامت ہے۔

4) کھانے پکانے کی اشیاء میں تبادلہ کرتے رہنا بنیادی اخلاقی اقدار ہے۔

3. معاشرتی امن کا ضامن:

ہمسایہ ایک دوسرے کا "نگہبان" ہوتا ہے۔ جب آپ گھر سے باہر ہوں تو آپ کی جائیداد اور عزت کی حفاظت کا پہلا ذمہ دار آپ کا ہمسایہ ہی ہوتا ہے۔ اگر ہمسایوں میں اعتماد اور محبت ہو تو معاشرتی خوف ختم ہو جاتا ہے اور تحفظ کا احساس پروان چڑھتا ہے۔

4. سماجی ہم آہنگی اور باہمی تعاون:

ہمسائیگی کا تصور ہمیں "انفرادیت" سے نکال کر "اجتماعیت" کی طرف لاتا ہے۔ مشکل وقت میں، چاہے وہ بیماری ہو، معاشی تنگی ہو یا کوئی حادثہ، رشتہ داروں کے پہنچنے سے پہلے ہمسایہ ہی مدد کے لیے دستیاب ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ "اچھا ہمسایہ خدا کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے"۔

5. جدید دور میں ہمسائیگی کا زوال:

آج کے مادہ پرست دور میں، جہاں انسان بلند و بالا اپارٹمنٹس اور بند بنگلوں میں مقید ہو گیا ہے، ہمسائیگی کا وہ روایتی تصور دھندلا رہا ہے۔ لوگ ایک ہی دیوار کے سائے میں سالوں گزار دیتے ہیں لیکن ایک دوسرے کے نام تک سے واقف نہیں ہوتے۔ یہ صورتحال سماجی تنہائی اور بے حسی کو جنم دے رہی ہے۔ ہمسائیگی کے تصور کو دوبارہ زندہ کرنا ذہنی دباؤ اور سماجی ٹوٹ پھوٹ کے خاتمے کے لیے ناگزیر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ہمسائے کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَلَا تَسْتَطِلْ عَلَيْهِ بِالْبِنَاءِ، فَتَحْجُبَ عَنْهُ الرِّيحَ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَلَا تُؤْذِهِ بِرِيحِ قِدْرِكَ إِلَّا أَنْ تَغْرِفَ لَهُ مِنْهَا"[5]

"اپنی عمارت کو اس سے اونچا نہ کرو کہ اس کی ہوا رک جائے، سوائے اس کے کہ وہ اجازت دے دے۔ اور اسے اپنے ہانڈی کی خوشبو سے تکلیف نہ دو، مگر یہ کہ اس میں سے کچھ اسے بھی نکال کر دے دو۔"

سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمسائیگی محض قانونی نہیں بلکہ ایک ایمانی اور اخلاقی ذمہ داری کا نام ہے۔ قرآن کریم اور احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ہمسایوں کی اقسام کا تعین ان کی قربت، تعلق اور حقوق کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ اسلام نے ہمسائیگی کے دائرے کو صرف دیوار کے ساتھ رہنے والے تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک وسیع مفہوم دیا ہے۔ ذیل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ہمسایوں کی اقسام کی تفصیل پیش ہے:

1. قرآن کریم کی روشنی میں ہمسایہ کی اقسام:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمسایوں کی بنیادی اقسام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ.[6]

"اور قریبی ہمسایہ، اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے ساتھی کے ساتھ بھی۔"

اس آیت کی روشنی میں مفسرین نے تین طرح کے پڑوسی بتائے ہیں:

1) وہ پڑوسی جو آپ کا رشتہ دار بھی ہوں اور گھر بھی قریب ہو۔ اس کے دوہرے حقوق ہیں (ایک پڑوسی ہونے کا اور دوسرا رشتہ داری کا)۔

2) وہ پڑوسی جس سے آپ کا کوئی خونی رشتہ نہ ہو، لیکن اس کا گھر آپ کے گھر سے متصل یا قریب ہو۔

3) وہ شخص جو عارضی طور پر آپ کے قریب ہو، جیسے سفر کا ساتھی، کلاس فیلو، یا دفتر میں ساتھ کام کرنے والا۔ اسے بھی "عارضی ہمسایہ" تصور کیا جاتا ہے۔

2. حدیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ہمسایہ کی اقسام:

احادیثِ مبارکہ میں بھی حقوق کی ترجیح کے اعتبار سے ہمسایوں کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

الْجِيرَانُ ثَلَاثَةٌ: جَارٌ لَهُ حَقٌّ وَاحِدٌ وَهُوَ أَدْنَى الْجِيرَانِ حَقًّا، وَجَارٌ لَهُ حَقَّانِ، وَجَارٌ لَهُ ثَلَاثَةُ حُقُوقٍ وَهُوَ أَفْضَلُ الْجِيرَانِ حَقًّا.[7]

"پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں:

1) وہ پڑوسی جس کا ایک حق ہے، اور یہ حق کے اعتبار سے ادنیٰ درجہ ہے۔ (یہ وہ غیر مسلم پڑوسی ہے جس سے کوئی رشتہ داری نہ ہو، اس کا صرف پڑوسی ہونے کا حق ہے)۔

2) وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں۔ (یہ وہ مسلمان پڑوسی ہے جس سے رشتہ داری نہ ہو، اس کا ایک حق اسلام کا اور دوسرا پڑوسی ہونے کا ہے)۔

3) وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں، اور یہ حق کے اعتبار سے سب سے افضل ہے۔ (یہ وہ مسلمان پڑوسی ہے جو رشتہ دار بھی ہو، اس کے تین حقوق ہیں: پڑوسی ہونے کا حق، اسلام کا حق اور رشتہ داری کا حق)۔"

3. جغرافیائی حدود کے اعتبار سے ہمسایہ کی اقسام:

جغرافیائی حدود کے اعتبار سے ہمسایہ ہونے کے بارے میں مختلف روایات اور فقہی آراء موجود ہیں جو ہمسائیگی کی جغرافیائی حد متعین کرتی ہیں۔ حدیث مبارکہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"الْجَارُ أَرْبَعُونَ دَارًا هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا"[8]

"پڑوس (چاروں طرف سے) چالیس چالیس گھر ہے۔ اس طرح، اس طرح، اس طرح اور اس طرح (یعنی دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے)۔"

امام طبرانی نے اپنی کتاب میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں فلاں قبیلے کے محلے میں رہتا ہوں اور مجھے ان سے سب سے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اعلان کریں:

"ألا إن أربعين دارا جار"[9]

خبر دار! چالیس گھر پڑوسی ہوتے ہیں۔

امام زہریؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے پڑوسی کی حد پوچھی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے چاروں طرف اشارہ کرکے فرمایا" چالیس گھر"۔[10]

امام بخاری نے اپنی کتاب 'الادب المفرد' میں پڑوسیوں کے حقوق پر پوری فصل لکھی ہے جہاں حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے:

"پڑوس چالیس گھروں تک ہے، سامنے سے چالیس، پیچھے سے چالیس، دائیں سے چالیس اور بائیں سے چالیس۔"[11]

معلوم ہوا کہ اسلامی قانون میں ہمسائیگی کا تصور صرف "قریبی دیوار" تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک وسیع سماجی نیٹ ورک ہے۔ قرآن وحدیث کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ہمسایہ خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی، مسلمان ہو یا غیر مسلم، مستقل مقیم ہو یا عارضی ساتھی ہر ایک کے حقوق متعین ہیں۔ حقوق کی شدت کا تعلق قربت (دروازے سے نزدیکی) اور تعلق (رشتہ داری یا ایمان) سے ہے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا:"

"يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ" :إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا[12]"

یارسول اللہ ﷺ! میرے دو ہمسائے ہیں، میں کسے پہلے تحفہ بھیجوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا:" جس کا دروازہ تمہارے گھر کے زیادہ قریب ہو۔"

ہمسایہ کے حقوق

اسلام میں ہمسایوں کے حقوق کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ یہ حقوق صرف اخلاقی آداب نہیں بلکہ ایمان اور دین کا حصہ سمجھے گئے ہیں۔ قرآنِ مجید نے ہمسائے کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کو واضح طور پر بیان کیا ہے، اور احادیث نبوی ﷺ میں ان پر متعدد بار زور دیا گیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے ان تعلیمات کو عملی زندگی میں نافذ کیا جس سے ایک مضبوط اور ہم آہنگ معاشرہ قائم ہوا۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہمسایوں کے حقوق درج ذیل ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مختلف پیرایوں میں پڑوسی کے حقوق کی اہمیت واضح فرمائی۔

جبرائیلؑ کی مسلسل تاکید:

"مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ"[13]

"حضرت جبرائیلؑ مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل وصیت (تاکید) کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید وہ اسے (پڑوسی کو) وارث قرار دے دیں گے۔"

سیرتِ طیبہ اور صحابہ کرام کے عملی نمونے:

سیرتِ نبوی ﷺ اور آثارِ صحابہ سے ہمیں پڑوسیوں کے ساتھ غیر معمولی حسنِ سلوک کی مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت ابوذرؓ کو خصوصی نصیحت (ہمدردی کا جذبہ)

آپ ﷺ نے غریب صحابی حضرت ابوذرؓ کو سکھایا کہ اگر مالی وسعت نہ بھی ہو تو بھی پڑوسی کا خیال کیسے رکھا جائے۔

"يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ"[14]

"اے ابوذر! جب تم شوربے والا سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کر لیا کرو اور اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری رکھا کرو۔"

غیر مسلم پڑوسی کا حق (حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل)

صحابہ کرام غیر مسلم پڑوسیوں کے حقوق کا بھی حد درجہ خیال رکھتے تھے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے لیے ان کے گھر میں ایک بکری ذبح کی گئی، جب وہ آئے تو پوچھا: "کیا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کو ہدیہ بھیجا؟" (دوبار پوچھا)۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو پڑوسی کے حقوق کی تاکید کرتے سنا ہے۔15

امام غزالیؒ کے نزدیک حقوقِ ہمسائیگی کی جامع فہرست:

امام غزالیؒ نے اپنی مشہور کتاب "احیاء العلوم" میں احادیث کی روشنی میں پڑوسی کے درج ذیل حقوق بیان کیے ہیں:

1. ملاقات پر سلام کرنا۔
2. بیماری میں عیادت کرنا۔
3. مصیبت میں تعزیت اور تسلی دینا۔
4. خوشی میں مبارکباد دینا اور شرکت کرنا۔
5. اس کی غلطیوں اور پردے کی چیزوں سے چشم پوشی کرنا۔
6. اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرنا۔
7. اپنے گھر کا دھواں اسے نہ پہنچانا (تکلیف نہ دینا)۔
8. اپنے پھل (یا تحائف) میں سے اسے حصہ دینا۔16

میثاق کی ایک شق کے مطابق:

میثاقِ مدینہ (Constitution of Medina) نہ صرف مسلمانوں بلکہ انسانیت کی تاریخ میں سماجی انصاف اور انسانی حقوق کا پہلا تحریری دستور مانا جاتا ہے۔

اسی میثاقِ مدینہ کی شق نمبر 40 سے ماخوذ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"وَإِنَّ الْجَارَ كَالنَّفْسِ، غَيْرَ مُضَارٍّ وَلَا آثِمٍ"[17]

ترجمہ: "اور بے شک پڑوسی کا مرتبہ اپنی ذات (نفس) کی طرح ہے، اسے نہ نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ وہ گناہ کا مرتکب قرار دیا جائے گا۔"

اس ایک جملے میں رسول اللہ ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے تمام شہریوں (مسلمان، یہودی اور دیگر قبائل) کے لیے بقائے باہمی کا وہ اصول طے کر دیا جو آج کے دور میں بھی بے مثال ہے۔

1. "الجار کالنفس" (پڑوسی اپنی ذات کی طرح):

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جس طرح اپنی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرتا ہے اور اسے عزیز رکھتا ہے، اسے اپنے پڑوسی کی جان، مال اور عزت کو بھی ویسا ہی مقدم سمجھنا چاہیے۔

2. "غیر مضار" (نقصان نہ پہنچانا):

ریاستی قانون کے طور پر یہ طے کر دیا گیا کہ کسی بھی پڑوسی کو ہاتھ، زبان یا کسی بھی عمل سے مالی یا جانی نقصان پہنچانا قانونی جرم ہو گا۔

3. "ولا آثم" (گناہ کا مرتکب نہ ہونا):

اس کے دو مفہوم مفسرین اور شارحینِ سیرت نے بیان کیے ہیں:

- پڑوسی کے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جائے کہ وہ (آپ کے رویے سے تنگ آ کر) کسی غلطی یا گناہ پر مجبور ہو۔
- پڑوسی کے ساتھ وہ تمام مراعات اور حقوق وابستہ ہوں گے جو ایک شہری کو حاصل ہوتے ہیں، اسے کسی تعصب کی بنا پر مجرم یا مشکوک تصور نہیں کیا جائے گا۔

پڑوسی کی گواہی:

سیرتِ طیبہ میں ہمسایہ وہ پیمانہ ہے جس سے کسی انسان کے "اچھے یا برے" ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمَ إِذَا أَحْسَنْتُ وَإِذَا أَسَأْتُ؟ قَالَ" :إِذَا سَمِعْتَ جِيرَانَكَ يَقُولُونَ: قَدْ أَحْسَنْتَ، فَقَدْ أَحْسَنْتَ، وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ: قَدْ أَسَأْتَ، فَقَدْ أَسَأْتَ"[18]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: "یا رسول اللہ! مجھے یہ کیسے معلوم ہو کہ میں نے نیکی کی ہے یا برائی؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے اچھا کیا، تو یقیناً تم نے اچھا کیا، اور جب انہیں یہ کہتے سنو کہ تم نے برا کیا، تو یقیناً تم نے برا کیا۔"

اس حدیث میں ایک عظیم نفسیاتی اور معاشرتی اصول بیان کیا گیا ہے کہ انسان اپنے رشتہ داروں کے سامنے بناوٹ کر سکتا ہے اور دور کے لوگوں سے اپنا عیب چھپا سکتا ہے، لیکن پڑوسی وہ ہوتا ہے جس سے انسان کے اخلاق، غصہ، سخاوت اور تنگیِ دل چھپی نہیں رہ سکتی۔ اسی لیے پڑوسی کی گواہی "کردار کا سرٹیفکیٹ" ہے۔

پڑوسی کی حرمت، ایک حساس پہلو:

سیرت کی روشنی میں پڑوسی کے حقوق اتنے حساس ہیں کہ عام گناہ کے مقابلے میں پڑوسی کے ساتھ کی گئی زیادتی کی سزا کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

سُئِلَ النبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ: أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ؟ قَالَ: "أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهو خَلَقَكَ". قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: "أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ". قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ : "أَنْ تُزَانِيَ بحَلِيلَةِ جَارِكَ[19]"

ترجمہ : نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔" پوچھا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا: "یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔" پوچھا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا" : یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرے۔"

یہ اس لیے کہ پڑوسی آپ پر اعتماد کر کے اپنے گھر کی دیواریں آپ سے ملا دیتا ہے، اور اس اعتماد کو توڑنا بدترین اخلاقی جرم ہے۔

ہمسایہ کو ایذا رسانی کے اثرات اور جدید معاشرت

اسلام ایک ایسا دین ہے جو صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ "معاملات" اور "حقوق العباد" کو دین کا لازمی حصہ قرار دیتا ہے۔ پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک جہاں ایمان کی علامت ہے، وہاں پڑوسی کو ایذا پہنچانا (تکلیف دینا) ایمان کی نفی اور آخرت میں سخت خسارے کا باعث ہے۔ جدید دور میں شہری زندگی (Urban Life) نے جہاں انسانوں کو قریب کر دیا ہے، وہاں اخلاقی دوریوں نے پڑوسیوں کے لیے نئے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔

1. ایذا رسانی کی شرعی ممانعت اور ایمان سے محرومی:

پڑوسی کو تکلیف دینا اتنا سنگین گناہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ایمان کی عدم موجودگی سے تعبیر فرمایا۔

حدیثِ مبارکہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

"وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ "قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ" :الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ[20]"

"خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کون؟ فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں (تکلیفوں) سے محفوظ نہ ہو۔"

رسول اللہ ﷺ کا تین مرتبہ قسم کھا کر یہ بات ارشاد فرمانا اس معاملے کی انتہائی اہمیت اور سنگینی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔

- **ایمان کی نفی :** یہاں ایمان کی نفی سے مراد یہ نہیں کہ وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا، بلکہ اس سے مراد **"ایمانِ کامل "** کی نفی ہے۔ یعنی جس شخص کے پڑوسی اس سے تنگ ہوں، اس کا ایمان ادھورا اور کمزور ہے۔

- **لفظ "بوائق" (بَوَائِقَهُ) کی وضاحت :** اس سے مراد ہر قسم کا ظلم، دھوکہ، شرارت، اذیت اور تکلیف دہ رویہ ہے۔ چاہے وہ زبان سے ہو (گالی گلوچ، غیبت) یا ہاتھ سے (کچرا پھینکنا، راستے میں رکاوٹ ڈالنا، یا ان کی پرائیویسی کا خیال نہ رکھنا)۔
- **امن و سلامتی کا ضامن :** ایک سچے مسلمان کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے آس پاس رہنے والے لوگ خود کو اس کی طرف سے پر سکون محسوس کریں۔
- **عملی زندگی میں اطلاق:** پڑوسی خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، رشتہ دار ہو یا اجنبی، اسلام ہمیں اس کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ آج کے دور میں جہاں لوگ ایک ہی عمارت میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے بے خبر ہیں، یہ حدیث ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہماری **عبادات (نماز، روزہ)** اس وقت تک ہمیں مکمل فائدہ نہیں پہنچا سکتیں جب تک ہمارے معاملات درست نہ ہوں۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ پڑوسی کو اذیت دینا محض ایک اخلاقی برائی نہیں بلکہ یہ انسان کے دعویٰ ایمان پر ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔

کثرتِ عبادات اور ایذا رسانی کا ٹکراؤ:

بعض لوگ نماز، روزہ اور صدقات کے پابند ہوتے ہیں لیکن زبان یا عمل سے پڑوسی کو دکھ دیتے ہیں۔ اسلام ایسے عمل کو رائیگاں قرار دیتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا، وَصِيَامِهَا، وَصَدَقَتِهَا، غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا، قَالَ" :هِيَ فِي النَّارِ"، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ قِلَّةِ صِيَامِهَا، وَصَدَقَتِهَا، وَصَلَاتِهَا، وَإِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْأَثْوَارِ مِنَ الْأَقِطِ، وَلَا تُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا، قَالَ" :هِيَ فِي الْجَنَّةِ"۔[21]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! فلاں عورت اپنی نماز، روزے اور صدقے کی کثرت کی وجہ سے مشہور ہے، مگر وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہی فی النار" (وہ جہنم میں ہے)۔ پھر اس نے دوسری عورت کا ذکر کیا جو نفلی عبادت کم کرتی ہے مگر پڑوسیوں کو اذیت نہیں دیتی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ہی فی الجنۃ" (وہ جنت میں ہے)۔

ایذا رسانی کے نفسیاتی اور سماجی اثرات:

جب معاشرے میں پڑوسی ایک دوسرے سے نالاں ہوں تو اس کے اثرات صرف گھر تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔ جیسے:

1. **عدم تحفظ کا احساس:**

پڑوسی اگر دشمن بن جائے تو انسان اپنے ہی گھر میں غیر محفوظ ہو جاتا ہے۔

2. **بچوں پر اثرات:**

پڑوسیوں کے جھگڑے بچوں کی شخصیت میں تلخی اور بد تمیزی پیدا کرتے ہیں۔

3. **سماجی تنہائی:**

ایذا رسانی کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے ملنا جلنا چھوڑ دیتے ہیں، جس سے معاشرے کا اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی: جدید حل

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جدید مسائل کا حل درج ذیل ہے:

تخلیقِ امن:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجَى خَيْرُهُ وَيُؤْمَنُ شَرُّهُ، وَشَرُّكُمْ مَنْ لَا يُرْجَى خَيْرُهُ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهُ"[22]

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس سے خیر (بھلائی) کی امید رکھی جائے اور جس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں، اور تم میں سے بدترین شخص وہ ہے جس سے خیر کی امید نہ ہو اور جس کے شر سے لوگ محفوظ نہ ہوں۔"

تحائف کا تبادلہ:

"تہادوا تحابوا" (ایک دوسرے کو تحفہ دو، محبت بڑھے گی)۔ جدید دور میں سالن یا پھل کا تبادلہ اجنبیت کو ختم کرتا ہے۔

صبر و تحمل:

اگر پڑوسی تکلیف دے تو بدلہ لینے کے بجائے صبر کرنا بلند اخلاقی ہے۔ امام غزالیؒ اپنی کتاب "إحیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں:

"اعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ حَقُّ الْجِوَارِ كَفَّ الْأَذَى فَحَسْبُ، بَلِ احْتِمَالُ الْأَذَى"[23]

جان لو کہ پڑوسی کا حق صرف یہ نہیں کہ اسے تکلیف دینے سے رکا جائے، بلکہ اصل حق تو یہ ہے کہ اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کیا جائے۔

جدید مادی دور میں جہاں ہم نے عالی شان مکانات تو بنا لیے ہیں، لیکن ہم اچھے پڑوسی بننا بھول گئے ہیں۔ پڑوسی کو ایذا دینا محض ایک سماجی برائی نہیں بلکہ آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ اگر آج ہم انفرادی سطح پر اپنے پڑوسی کے آرام، عزت اور پردے کا خیال رکھنا شروع کر دیں، تو ہمارا معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

خلاصۂ کلام

سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے حقوقِ ہمسایہ کو محض معاشرتی آداب نہیں بلکہ ایک اہم اخلاقی اور انسانی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک، احترام، تعاون، ہمدردی، ایذا رسانی سے اجتناب اور ضرورت کے وقت مدد کو اسلامی معاشرت کا بنیادی حصہ قرار دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں ہمسایہ ہونے کی بنیاد صرف مذہب یا قومیت نہیں بلکہ انسانی تعلق اور معاشرتی قربت بھی ہے، جس سے ایک جامع اور روادار معاشرتی تصور سامنے آتا ہے۔

نبوی تعلیمات یہ رہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ ایک پُرامن معاشرہ صرف قانونی نظام سے قائم نہیں ہوتا بلکہ افراد کے باہمی احترام، احساسِ ذمہ داری، برداشت اور حقوق کی ادائیگی سے تشکیل پاتا ہے۔ حقوقِ ہمسایہ کی پاسداری سے معاشرے میں اعتماد، تعاون، ہمدردی اور سماجی یکجہتی پیدا ہوتی ہے، جبکہ ظلم، ایذا رسانی، نفرت اور معاشرتی تقسیم میں کمی آتی ہے۔

عصرِ حاضر میں جب معاشرتی فاصلے، عدم برداشت اور سماجی انتشار جیسے مسائل بڑھ رہے ہیں، سیرتِ نبوی ﷺ میں موجود حقوقِ ہمسایہ کا تصور سماجی ہم آہنگی، پُرامن بقائے باہمی اور اجتماعی بہبود کے لیے مؤثر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا نبوی اسوہ کو عملی زندگی میں اختیار کرنا ایک ایسے معاشرے کی تشکیل میں معاون ہو سکتا ہے جو انسانی وقار، باہمی احترام، رواداری اور امن کی بنیاد پر قائم ہو۔

1 Al-Qur'an, 21:107.

2 Muḥammad ibn Aḥmad al-Qurṭubī, al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, vol. 11 (Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyyah), 350.

3 Aḥmad ibn al-Ḥusayn al-Bayhaqī, al-Sunan al-Kubrā, Kitāb al-Siyar, Bāb Fatḥ Makkah, ḥadīth no. 18055.

4 Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Ādāb, ḥadīth no. 5116.

5 al-Targhīb wa al-Tarhīb, vol. 3, 239.

6 Al-Qur'an, 4:36.

7 Abū Yaʿlā, Musnad Abī Yaʿlā, ḥadīth no. 2671.

8 al-Jāmiʿ al-Ṣaghīr, ḥadīth no. 3530.

9 Abū al-Qāsim al-Ṭabarānī, al-Muʿjam al-Kabīr, vol. 19, 75.

10 Aḥmad ibn al-Ḥusayn al-Bayhaqī, Shuʿab al-Īmān, vol. 12, 101–2.

11 Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, al-Adab al-Mufrad, ḥadīth no. 109.

12 Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, ḥadīth no. 2259.

13 Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah, Bāb al-Waṣiyyah bi al-Jār, ḥadīth no. 2624.

14 Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah, ḥadīth no. 2625.

15 Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā al-Tirmidhī, Jāmiʿ al-Tirmidhī, Abwāb al-Birr wa al-Ṣilah, ḥadīth no. 1943.

16 Abū Ḥāmid al-Ghazālī, Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn, vol. 2, 212–13, Bāb Ḥuqūq al-Muslim wa al-Raḥim wa al-Jiwār.

[17] Ibn Hishām, Sīrat Ibn Hishām, vol. 1, 503.

[18] Ibn Ḥibbān, Ṣaḥīḥ Ibn Ḥibbān, ḥadīth no. 526.

[19] Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Tafsīr (Sūrat al-Furqān), ḥadīth no. 4761.

[20] al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, ḥadīth no. 6016.

[21] al-Bukhārī, al-Adab al-Mufrad, ḥadīth no. 119.

[22] Aḥmad ibn Ḥanbal, Musnad Aḥmad, ḥadīth no. 8820

[23] Abū Ḥāmid al-Ghazālī, Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn, vol. 2, 213.